E:\Final
os\Alser

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اکرام اللہ جان قاسمی☆

رسولِ اکرمﷺ کا بچوں کے ساتھ تعلق ومحبت

اسلام حقوقِ انسانی کا پہلا علمبردار مذہب ہے۔اس دین میں انسان کو دیگر حقوق کے ساتھ ساتھ زندہ رہنے کا حق دیا گیا ہے اور تمام انسانوں پر واضح کیا ہے کہ کوئی بھی انسان چاہے جس مذہب، رنگ، نسل اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو، اُسے چند ایک استثنائی صورتوں کے سوا جینے کا پورا حق حاصل ہے تا آنکہ وہ اپنی حیاتِ مستعار پوری کر کے طبعی طور پر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں قتلِ اولاد ایک بھیانک معاشرتی وبا کی صورت اختیار کر چکا تھا۔دنیا کی سب سے مہربان ہستیاں والدین اپنے لختِ جگر کو موت کی آغوش میں بخوشی دیدیتے تھے۔قتلِ اولاد کی تین صورتیں تھیں،ایک صورت یہ تھی کہ اولاد کو دیوی دیوتاؤں کے نام چڑھاوے کے طور پر استھان (قربان گاہ) لے جا کر ذبح کر دیا جاتا تھا،یہ قسم کسی بڑے مقصد کے حصول یا دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے کی جاتی تھی۔اسلام نے آکر اس سنگدلانہ مذموم فعل سے سختی کے ساتھ منع فرمایا!قرآن پاک میں ارشاد ہے!

> وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ
> شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط وَلَوْ شَاءَ
> اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ (۱)
>
> اس طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے دیوتاؤں نے یہ بات خوبصورت کر کے دکھائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں تاکہ انجام کار یہ دیوتا ان مشرکوں کو ہلاک کر دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ

☆ کامرس کالج مردان،

کر دیں۔

اس سلسلے میں مزید ارشاد ہے!

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۲)

تحقیق خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے نادانی سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا۔

اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ تمام بتوں اور قربان گاہوں کو باطل قرار دیا اور نذر و نیاز کا حقدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ٹھہرایا۔

قتلِ اولاد کی دوسری وجہ یہ تھی کہ والدین بچوں کو فکر معاش کی وجہ سے قتل کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس قتل سے بھی واضح الفاظ میں منع فرمایا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے!

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (۳)

اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ہی ان کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بیشک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا!

ایّ الذنب اعظم عند اللّٰہ؟ قال أن تجعل للّٰہ ندًا وھو خلقکَ قلتُ ان ذالک لعظیم قلت ثم ایّ قال ثم أن تقتلَ ولدَک تخاف أن یطعم معک (۴)

کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا ہے؟ فرمایا! یہ کہ تو اللہ کے لئے کوئی شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے! میں نے عرض کیا کہ یہ واقعی بہت بڑا گناہ ہے، اس کے بعد کس گناہ کا درجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہ گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے کہ تو اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے

کھانے میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے گا۔

قتلِ اولاد کی تیسری اور سب سے وحشت ناک صورت یہ تھی کہ عرب اپنی بچیوں کو خود زندہ درگور کرتے تھے اور اس کی وجہ وہ غیر فطری اور مصنوعی شرم و حیاء ہوا کرتی تھی کہ کل یہ لڑکیاں بڑی ہو کر کسی کے گھر کی زینت بنیں گی، اور ان کے ساتھ زن و شوئی کے تعلقات قائم ہوں گے، قرآن کریم نے اس صورتِ حال کی منظر کشی یوں کی ہے!

یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَابُشِّرَبِهٖ ؕ اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ
اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَایَحْکُمُوْنَ ۝ (۵)

بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی یہ قبیح رسم ویسے تو پورے عرب میں پھیل گئی تھی مگر بنوتمیم میں اس کا رواج سب سے زیادہ تھا، چنانچہ اس قبیلے کے رئیس قیس بن عاصم نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ اعتراف کیا تھا کہ اس نے اپنی بارہ لڑکیاں زندہ درگور کی ہیں، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے بدلے میں ایک غلام آزاد کر۔(۶)

ایک صحابی نے ایک مجلس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کا دلخراش واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ اس کی چیخ و پکار کی آوازیں ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہی ہیں، تو مجسمِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط نہ ہو سکا اور آپؐ اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔(۷)

اسلام نے قتل اولاد کی ان تمام صورتوں کو بڑی سختی کے ساتھ منع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر مردوں اور عورتوں سے جو بیعت لی ہے۔ اس میں قتلِ اولاد سے باز رہنے کا وعدہ بھی لیا ہے، سورہ ممتحنہ میں جن جن باتوں پر عورتوں سے بیعت لینے کے لئے ارشاد ہوا ہے ان میں ایک ولا یقتلن اولادھن بھی مذکور ہے۔ اس سلسلے میں قیامت کا ہولناک دن یاد دلا کر خون میں لت پت ننھی، معصوم اور مظلوم جانوں سے یہ استفسار کیا گیا ہے!

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (۸)

اور جب لڑکی سے جو زندہ درگور کر دی گئی تھی پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ پر قتل کی گئی۔

ان واضح اور پُرتاکید تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان دل و جان سے اس کمزور صنف کی خدمت وعزت بجالانے کو باعث فخر سمجھنے لگے۔صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں جو بلند روایات قائم کی ہیں اس کا ایک نمونہ بخاری شریف کی کتاب الصلح میں مذکور ہے۔حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کردہ طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے بعد مکہ سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو سیدالشہدا ء حضرت حمزہؓ کی یتیم چھوٹی بیٹی (امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی۔حضرت علیؓ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر حضرت فاطمہؓ کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اپنے چچا کی بیٹی کو لے کر اُٹھا لو" پھر حضرت علیؓ،حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ نے اس کے بارے میں جھگڑا شروع کیا۔حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اس لڑکی کی پرورش کا زیادہ مستحق ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے،حضرت جعفرؓ نے کہا (میں اس کا زیادہ مستحق ہوں کیونکہ) یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زید نے کہا کہ یہ میرے (دینی) بھائی کی بیٹی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کا فیصلہ خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے،پھر حضرت علیؓ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو اور حضرت زیدؓ سے فرمایا تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو۔(۹)

آپؐ نے دیکھا کہ عرب معاشرہ جو اس سے کچھ قبل بچوں کے زندہ درگور کرنے پر تلا ہوا تھا بچوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق ومحبت کی وجہ سے ایسے مقام پر پہنچ گیا کہ ایک ہی بچی کو لینے کے لئے ایک ہی وقت میں چار چار گودیں شوقِ پرورش میں وا ہو جاتی ہیں اور پھر جب اس بچی کا فیصلہ ان میں سے ایک مستحق کے حق میں ہو جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پرورش کے دوسرے خواہش مند افراد کو ان کے بارے میں فضائل سنا کر خاموش اور مطمئن کر دیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ صرف انسانوں بلکہ تمام جانداروں کے لئے مجسم رحمت وشفقت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا اعلان فرمایا!

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۱۰)

اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے (لوگوں کے) لئے
رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مگر بچوں کے لئے آپؐ بطورِ خاص مجسم رحمت و شفقت تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ عرب کے سنگدلانہ معاشرے میں بچوں کے ساتھ عملی طور پر پیار و محبت اور رحم و شفقت کی بانی آپؐ کی ذاتِ بابرکات تھی، بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو پیار سے چوما تو آپؐ کے پاس موجود حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا کہ حضرت میرے تو دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے اس کو (تعجب سے) دیکھا اور فرمایا کہ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (۱۱)

ایک دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ تم لوگ اپنے بچوں کو پیار سے چومتے ہو؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ وہ عرض کرنے لگے ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے محبت نکال دی ہے تو میرا کیا بس چلتا ہے۔ (۱۲)

رحم و شفقت بچوں کا بنیادی حق ہے اور جو کوئی اس حق کی ادائیگی سے منہ موڑتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو اپنی امت سے خارج گردانتے ہیں، ترمذی میں حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (۱۳)

تمام عبادات میں نماز اہم ترین عبادت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتائی ہے۔ ابتداء اسلام میں عورتیں بھی مسجد میں جا کر جماعت کی نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ ان کے بچے جماعت کی نماز کے دوران رو پڑتے تھے۔ آپؐ ان بچوں کے رونے کی وجہ سے اپنی نماز مختصر فرما لیتے تھے بخاری کی روایت میں ہے حضرت حارث بن ربعیؓ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ لمبی نماز پڑھوں پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر لیتا ہوں اور

اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لمبی نماز کہیں اس کی ماں پر شاق نہ گزرے۔(۱۴)

بچوں کے ساتھ مذاق اور خوش طبعی جہاں ایک طرف بچوں کا حق اور پیار وشفقت کی علامت ہے وہاں یہ صفت انسان کی عاجزی، فروتنی اور منکسر المزاجی کی بھی دلیل ہے۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے۔ابوعمیر! تمہارے نُغیر کا کیا ہوا؟ نُغیر ایک چڑیا کا نام ہے،انس کا بھائی ابوعمیر اس سے کھیلا کرتا تھا اور وہ مرگئی تھی ۔(۱۵) نُغیر چڑیا کو اردو میں پدڑی کہتے ہیں،اس سے چھوٹے ابوعمیر کھیلا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کافی مانوس ہوگئے تھے،پھر وہ چڑیا مر گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کو یہ چڑیا یاد دلاتے تو وہ غمگین ہو کر حسرت بھرا چہرہ بنا لیتے۔بچے کا معصوم چہرہ جب پریشان ہو کر ماضی کے خیالات میں کھو جاتا ہے تو کتنا پیارا لگتا ہے۔ بچوں کی ان اداؤں سے محظوظ ہونا بھی ان کے ساتھ محبت کی علامت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بس اسی کیفیت سے محظوظ ہونے کی خاطر اسے اس کی نُغیر چڑیا یاد دلاتے تھے۔

بچوں کے ساتھ تعلق ومحبت کا تقاضا ہے کہ کھانے پینے میں ان کو اپنے دسترخوان پر شریک کیا جائے اور آداب سکھا کر ان کی تربیت کی جائے ،حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں تھا میرا ہاتھ کھانا کھاتے وقت (گوشت سبزی کی تلاش میں) رکابی میں گھومتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بسم اللہ پڑھ اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے پاس سے کھا۔(۱۶)

دنیاوی شخصیات میں سے اکثر کو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد بظاہر بڑے ہمدرد اور انسان دوست ہوتے ہیں لگتا ہے کہ ان کا رویہ ہر وقت اور ہر جگہ بڑا مشفقانہ اور ان کا کردار قابل نمونہ ہوگا مگر جب ان کے قریب رہا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تنہائی کی زندگی ان کی ظاہری زندگی سے یکسر مختلف ہے اور ان کی ظاہری ہمدردی محض ایک ڈھونگ ہے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت وجلوت والی دونوں زندگیاں ہمارے سامنے بے غبار حالت میں موجود ہیں۔آپؐ کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس تک خدمت کی ہے، آپؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا اور کوئی کام جو میں کر گزرتا اس کے بارے میں

نہیں پوچھا کہ تو نے کیوں کیا؟ اور جو کام نہیں کر پاتا اس کے متعلق نہیں پوچھا کہ یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا؟ (۱۷)

یہی حضرت انسؓ ایک دوسری روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ایک دن آپؐ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا میں نے کہا بخدا میں نہیں جاؤں گا، لیکن میرا ارادہ تھا کہ (جس کام کا آپؐ نے حکم فرمایا ہے اسے کرنے) چلا جاؤں، پھر میں گھر سے باہر نکلا اور لڑکوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے، ناگہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر میری گدی پکڑ لی میں نے مڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپؐ مسکرا رہے تھے، آپؐ نے فرمایا انس کیا تم ادھر جا رہے ہو جہاں میں نے تجھے بھیجا تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہاں میں اب جا رہا ہوں۔ (۱۸)

ذرا سوچئے! اگر ہمارا کوئی خادم اس طرح کرتا تو ہم مار مار کر اُسے لہولہان کر دیتے کہ ہم نے فلاں کام سے بھیجا ہے اور تم یہاں راستے میں کھیل رہے ہو، مگر صدقے جایئے آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ پر کہ حضرت انسؓ نے جب پیچھے دیکھا تو مجسمِ رحمت وشفقت کا چہرۂ انور مسکراتا ہوا پایا۔

گھر میں شور شرابا کرنے والے بچوں کو ہم یا تو مارتے ہیں یا گھر سے نکال دیتے ہیں یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کرا دیتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلے میں کیا طرزِ عمل تھا حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ ان کے گھر میں منہ ڈھانک کر آرام فرما رہے تھے، عید کا دن تھا اور آپؐ کے گھر میں چھوٹی لڑکیاں گا بجا رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ آئے تو ان کو ڈانٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ان کو گانے دو ان کی عید کا دن ہے۔ (۱۹)

یہ بچیاں دف بجا رہی تھیں اور کم سن تھیں، نیز جہاد وغزوات میں ان کے باپ دادا نے جو جوانمردی دکھائی تھی اُسے اشعار میں بیان کر رہی تھیں، لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے منع کرنے پر بھی فرمایا کہ ان کو گانے دو، ان کی عید کا دن ہے۔

محبت وتعلق کے حوالے سے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپؐ کے سب سے زیادہ قریب رہے ہیں۔ حضرت حسنؓ کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ساڑھے سات برس تھی۔ حضرت حسینؓ ان سے ایک سال چھوٹے تھے یہ دونوں

حضرات وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں جن کو بچپن میں آپ کی آغوشِ تربیت میں پلنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپؐ ان دونوں حضرات سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا حسن اور حسین۔ آپؐ حضرت فاطمہؓ سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ پھر آپؐ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے جسموں کو سونگھتے اور ان کو اپنے گلے سے لگا لیتے۔(۲۰)

اسی طرح ایک روایت میں حضرت اُسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ گھر کے اندر سے اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپؐ ایک چیز کے اندر لپٹے ہوئے تھے۔ جس سے میں ناواقف تھا کہ وہ کیا چیز ہے جب آپؐ سے میں اپنی ضرورت عرض کر چکا اور اپنی حاجت سے فارغ ہوگیا تو میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کیا چیز لئے ہوئے ہیں، آپؐ نے اس چیز کو کھولا تو وہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے۔ جو آپؐ کے دونوں کولہوں پر بغلوں میں تھے اور آپؐ ان پر چادر ڈالے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت کر۔(۲۱)

ایک دوسری حدیث جس سے حضرات حسنینؓ کے ساتھ آپ کی بے انتہا محبت کا اندازہ ہوتا ہے حضرت بریدہؓ کی روایت کردہ ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ فرما رہے تھے اچانک حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سامنے آگئے، جو اس وقت سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ چلتے اور گر پڑتے یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور دونوں بچوں کو گود میں اُٹھا لیا اور پھر اپنے سامنے دونوں کو بٹھا کر فرمایا خداوند تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (یعنی آزمائش کی چیزیں) ہیں۔ میں نے دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے ہیں اور گر پڑتے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو قطع کر دیا اور ان دونوں کو اُٹھا لیا۔(۲۲)

اس سلسلے میں ایک دوسری حدیث جس میں حضرت حسنؓ کے ساتھ محبت کے علاوہ آپؐ کی برجستہ گوئی کا بھی بیان ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم حضرت حسن بن علیؓ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے عرض کی۔ لڑکے! تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے؟ نبی کریمؐ نے فرمایا اور وہ سوار بھی تو اچھا ہے۔ (۲۳)

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار نرینہ اولاد مرحمت فرمائی تھی، جو بقضائے الٰہی چاروں بچپن کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔ایک بچے کی وفات پر جو رنج وقلق عام والدین محسوس کرتے ہیں بہ تقاضائے بشریت آپ بھی وہ تمام جذبات اور احساسات رکھتے تھے، مگر شرعی حدود کے اندر رہ کر آپؐ نے امت کے سامنے تسلیم و رضا کا کامل نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم (جو ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے) کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کا بھی یہ حال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے ابن عوف! یہ تو رحمت خداوندی ہے اس کے بعد دوبارہ آپؐ کے آنسو نکل پڑے تو فرمایا!

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی وانا
بفراقک یا ابراھیم لمحزونون (۲۴)

بلاشبہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی کچھ کہیں گے جس پر ہمارا رب راضی ہوگا اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔

بچوں میں سے رحم وشفقت کے سب سے زیادہ محتاج یتیم بچے ہوتے ہیں جو کم عمری میں والدین کے سایہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔مضبوط سہارا نہ ہونے کے باعث یہ بچے عام طور پر دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعہ یتیم بچوں کے ساتھ تعاون اور ان کی نگہداشت پر بڑا زور دیا ہے۔حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے تو یتیم کے بالوں کے برابر جن پر اس کا ہاتھ پڑتا ہے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ جو

اس کی تربیت اور پرورش میں ہو احسان کرے تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپؐ نے (تشہد اور درمیان والی) دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔(۲۵)

آپؐ یتیموں اور بیکسوں کے خصوصی والی اور نگہبان تھے، آپؐ سے یتیموں کی بیکسی اور غریبوں کی بے بسی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ان میں سے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپؐ بے قرار ہو جاتے اور فوراً اس کی مدد کے لئے پہنچ جاتے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت جعفرؓ کے گھر والوں کو (ان کی شہادت کے موقع پر) تین دن رونے کی مہلت دی، اس کے بعد ان کے ہاں آئے اور ارشاد فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا، پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ۔ ہمیں آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا، گویا ہم چھوٹے چھوٹے چوزے تھے، پھر فرمایا نائی کو بلاؤ، آپؐ نے حکم دیا تو اس نے ہمارے پورے سر کے بال اتار دیئے۔(۲۶)

حضرت جعفر طیارؓ آپؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ موتہ کی مشہور لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ آپؐ ان کی شہادت کے بعد ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بیٹوں عبداللہ، عون اور محمد کو طلب کیا، جو بہت چھوٹے چھوٹے تھے، آپؐ نے ان کے سروں پر دستِ شفقت پھیرا اور گھر والوں کو تاکید کی کہ وہ سوگ کو حدودِ شرعی کے اندر محدود رکھیں۔ یتیم پر رحم و شفقت کے حوالے سے ایک دوسری روایت ہے جس میں حضرت ابوالدحداحؓ کے ایثار کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں ایک یتیم لڑکے نے ایک شخص پر ایک نخلستان (کھجوروں کے باغ) کے متعلق دعویٰ پیش کیا، مگر وہ دعویٰ ثابت نہ ہو سکا اور آپؐ نے وہ نخلستان مدعا علیہ کو دلا دیا۔ اس پر وہ یتیم رو پڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آیا اور اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم یہ نخلستان اس یتیم کو دیدو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بدلے جنت دے گا۔ وہ اس ایثار پر راضی نہ ہوا، حضرت ابوالدحداحؓ حاضرِ خدمت تھے۔ انہوں نے اس شخص سے کہا کہ کیا تم اپنا یہ نخلستان میرے فلاں باغ سے بدلتے ہو؟ اس نے آمادگی ظاہر کر دی۔ انہوں نے فوراً بدل دیا اور وہ نخلستان اپنی طرف سے اس یتیم کو ہبہ کر دیا۔(۲۷)

مختصر یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بچوں کے لئے سراپا رحمت و شفقت تھی اور رہتی دنیا کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے دیگر

شعبوں کی طرح ہم اس باب میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اوراتباع کو لازم پکڑیں تا کہ ایک طرف بچوں کو صحیح پیار و محبت مل سکے تو دوسری طرف ہم اپنی ذمہ داریوں سے احسن طریق پر عہدہ برآ ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہوسکیں۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ الأنعام آیت ۱۳۷،
۲۔ سورۃ الأنعام، آیت ۱۴۰
۳۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۳۱،
۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، ج/۲، ص/۱۱۲۲،
۵۔ سورۃ النحل، آیت ۵۸، ۵۹،
۶۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم، طبع داراحیاء التراث العربی بیروت، ج/۴، ص ۴۰۸،
۷۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن طبع کراچی، ج/۱، ص/۱۴،
۸۔ سورۃ التکویر، آیت ۸، ۹،
۹۔ البخاری، کتاب الصلح، ج/۱، ص/۳۷۲،
۱۰۔ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷،
۱۱۔ البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ، ج/۲، ص/۸۸۷، مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح، کتاب الفضائل، ج/۲، ص ۲۵۴،
۱۲۔ البخاری، کتاب الادب، ج/۲، ص ۸۸۷،
۱۳۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع السنن، ابواب البر والصلہ، ج/۲، ص ۱۴،
۱۴۔ البخاری، کتاب الاذان، ج/۱، ص/۹۸
۱۵۔ ابن ماجہ، السنن، ابواب الادب، باب المزاح، ص ۲۷۲،
۱۶۔ البخاری، کتاب الادب، ج/۲، ص/۸۱۰، الترمذی، ابواب الاطعمہ ج/۲، ص/۷،
۱۷۔ ابوداؤد، ابن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الادب ج/۲، ص/۳۱۰،
۱۸۔ ایضاً،

۱۹۔ مسلم، کتاب العیدین، ج/۲، ص/۲۹۱،

۲۰۔ الترمذی، کتاب المناقب، ج/۲، ص/۲۱۸،

۲۱۔ ایضاً،

۲۲۔ ایضاً،

۲۳۔ ایضاً، ج/۲، ص/۲۱۹،

۲۴۔ مسلم، کتاب الفضائل ج/۲، ص/۲۵۴،

۲۵۔ بخاری، کتاب الادب، ج/۲، ص/۸۸۸،

۲۶۔ النسائی، السنن، کتاب الزینۃ ج/۲، ص/۲۹۱،

۲۷۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، تذکرۃ ابی الدحداحؓ،